۱٦۷واں باب

# عصبیت کا نعرہ لگانے والوں کی رسوائی مقدر ہے

## ۱۲۰: سُوۡرَۃُ الۡمُنٰفِقُوۡن [۶۳- ۲۸: قد سمع اللّٰہ]

نزولی ترتیب پر ۱۲۰ویں تنزیل، ۲۸ویں پارے میں سورۃ نمبر ۵۸


| | |
|---|---|
| مریسیع کے کنویں پر پکنک منانے منافقین کی روانگی | ۲۱۴ |
| مالِ غنیمت کی واپسی نے منافقین کو مشتعل کر دیا | ۲۱۴ |
| انصار کو مہاجرین کے خلاف اُکسانے کی کوشش | ۲۱۵ |
| معزز ترین آدمی، ذلیل ترین آدمی کو نکال باہر کرے گا | ۲۱٦ |
| حالتِ مدہوشی میں زورِ خطابت | ۲۱٦ |
| ایک نوعمر، زید بن ارقمؓ سب کچھ سُن رہے تھے | ۲۱٦ |
| ہر مخلص انصاری کی جانب سے بن ابی پر لعنت پڑنے لگی | ۲۱۷ |
| سُوۡرَۃُ الۡمُنٰفِقُوۡن | ۲۲۱ |

باب ۱٦۷

# عصبیت کا نعرہ لگانے والوں کی رسوائی مقدر ہے

## ۱۲۰: سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْن [۶۳ - ۲۸: قد سمع اللّٰہ]

سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْن رسول اللہ ﷺ کے غزوہ بنی المُصطلق سے مدینے واپس پہنچتے ہی نازل ہوئی ہے۔ غزوہ بنی المصطلق شعبان ٦ ہجری میں واقع ہوا تھا۔

### مریسیع کے کنویں پر پکنک منانے منافقین کی روانگی

جس طرح غزوہ بدر میں مسلمانوں کو جب عظیم فتح کے ساتھ بہت مالِ غنیمت اور فدیے کی رقم ملی تو رئیس المنافقین بن ابی اور اس کے ۳۰۰ منافق ساتھی غزوہ اُحد کو چل نکلے تھے کہ کچھ تو ملے گا۔ وہ اور بات ہے کہ منصوبے پر پوری طرح عمل درآمد نہیں ہوا اور راستے میں سے یہ لوگ اللہ نے لوٹا دیے تاکہ آنکھوں سے اِن کے چہرے دیکھ کر منافقین کی پوری فہرست مسلمانوں کو از بریاد ہو جائے۔ غزوہ خندق میں پورے عرب کو منہ کی کھا کر جب اسلامی ریاست نے ۷۰۰ یہودیوں کو سزائے موت دی اور باقی تمام عورتوں بچوں کو نجد کے بازار میں خیبر کے یہودیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تو مسلمانوں کا دور و نزدیک ایسا رعب بیٹھ گیا تھا کہ پرندہ پر مارنے کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔ قریش کے پڑھائے میں آکر کسی غلط فہمی میں قبیلہ بنی المُصطلق نے مدینے پر حملے کی تیاری شروع کی تو نبی ﷺ اُن کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے نکلے اور اس مرتبہ بھی لالچ میں رئیس المنافقین بن ابی اور اس کے سینکڑوں 'مریدانِ باصفا' بھی لوٹ مار اور کچھ مسلمانوں کی تفریح لینے کے ساتھ پکنک کے ارادے سے ساتھ ہو لیے۔ اِس غزوے کا حال اور نتیجہ آپ پچھلے باب میں پڑھ چکے ہیں۔

### مالِ غنیمت کی واپسی نے منافقین کو مشتعل کر دیا

مال غنیمت جو ملا تھا، قبیلہ بنی مصطلق کے نبی ﷺ کی سسرال قرار پانے پر مسلمانوں نے سارا واپس کر دیا، ناچار منافقین کو بھی اپنے مسلمان ہونے کے بھرم کو باقی رکھنے کے لیے سارا مال واپس کرنا پڑا، بہت جلے بھنے واپس آتے ہوئے اُنھوں نے بیک وقت دو ایسے زبردست فتنے اُٹھا دیے جو انصار و مہاجرین کے درمیان اتحاد

واخوت کو ختم کر سکتے تھے، جو مسلمانوں کی اصل قوت اور ترقی کا راز تھی۔ مگر قرآن کریم کی رہ نمائی، رسول اللہ ﷺ کی صبر و حکمت والی شخصیت اور خود صحابہؓ کی اپنی ایمان میں ڈھلی صبر والی سیرت و کردار نے ان دونوں فتنوں کو کچھ وقت ہی سے سہی لیکن اس طرح کچل دیا جیسے کسی کا کروچ [لال بیگ] کو جوتے سے مار دیا جائے، یہ منافقین الٹے خود ہی رسوا ہو کر رہ گئے۔ان دو فتنوں میں سے پہلا فتنہ راہ میں اہلِ یثرب کو مہاجرین کے خلاف لڑنے کے لیے تیار کرنے کے نعرے اور مقامی لوگوں کو عزت والا اور غیر مقامی لوگوں کو ذلیل کہہ کر شہر سے نکال دینے کی باتیں تھیں، اگرچہ باتیں ہی تھیں لیکن عصبیت کی باتوں میں بڑی جان ہوتی ہے اور یہ بڑے بڑے صبر آزما لوگوں کو ہلا دیتی ہیں اور نفرت کے بیج دلوں میں ڈال دیتی ہیں، یہ بیج اگر فوری نشو نما نہ بھی پا سکیں تو کبھی بھی کسی حادثے میں اُگ آتے ہیں اور تناور درخت بننے لگتے ہیں۔ دوسرا فتنہ بڑے عظیم بہتان کا فتنہ تھا جسے واقعہ افک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کے الزام کا فتنہ تھا جس کا ذکر سورہ نور میں آئے گا۔

## انصار کو مہاجرین کے خلاف اکسانے کی کوشش

بنو المصطلق مریسیع نامی کنویں پر آباد تھے، لشکر اسلام نے اسی کنویں کے قریب ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ پانی پر عمر رضی اللہ عنہ کے ملازم جَہجاہ بن مسعود غِفاری اور ایک انصاری، سنان بن وَبَرا الجہنی خزرجی کے درمیان جھگڑا ہو گیا نوبت مار پٹائی تک پہنچی اور جَہجاہ نے سنان کے ایک لات رسید کر دی۔ قدیم یمنی روایات کی بنا پر انصار لات کھانے کو سخت توہین و تذلیل سمجھتے تھے۔سنان نے اپنی یہ بے عزتی محسوس کی اور مدد کے لیے انصار کو پکارا، جَہجاہ غِفاری نے جو یہ صورت حال دیکھی تو اُس نے مہاجرین کو آواز دی۔ابن ابی نے اس موقع سے فایدہ اُٹھایا اور اَوس اور خزرج کے لوگوں کو چیخ چیخ کر بلانا شروع کر دیا کہ دوڑو اور مہاجرین کو مارو اور اپنے حلیف کی مدد کرو۔ اُدھر سے کچھ مہاجرین بھی نکل آئے قریب تھا کہ بات بڑھ جاتی اور انصار و مہاجرین جو اتنے عرصے سے ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہ رہے تھے اس ہنگامی صورت حال میں شیطان کے ہاتھ چڑھ جاتے اور آپس میں دست و گریباں ہو جاتے۔ یہ شور سن کر رسول اللہ ﷺ بھی دیکھنے نکل آئے کہ کیا معاملہ ہے۔ آپ ؐ نے صورت حال کو سمجھا اور فرمایا: مابالُ دعوی الجاھلیۃ (بخاری) مالکم ولدعوۃ الجاھلیۃ (بخاری) دعوھا فانھا مُنْتِنَۃ۔ یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ تم لوگ کہاں اور یہ جاہلیت کی پکار کہاں؟ اسے چھوڑ دو، یہ بڑی گندی چیز ہے۔ نبی ﷺ کے ارشادات سن کر دونوں مہاجرین اور انصار جو جہالت میں اس پکار کو لبیک کہتے ہوئے

آ گئے تھے توبہ کرتے ہوئے اور اپنے مالک سے معافی طلب کرتے شرم سار واپس ہو گئے۔

## معزز ترین آدمی، ذلیل ترین آدمی کو نکال باہر کرے گا

وہ تمام یثربی منافقین جن کے دل میں نفاق تھا عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچ گئے اور اُن لوگوں نے جمع ہو کر اس سے کہا کہ اب تک تو تم سے امیدیں وابستہ تھیں اور تم (قوم کی) مدافعت کر رہے تھے، مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمارے مقابلے میں ان کنگلے پناہ گیروں[1] کے مددگار بن گئے ہو۔ ابن ابی پہلے ہی کھول رہا تھا۔ ان کی باتوں سے وہ اور بھی زیادہ بھڑک اٹھا کہنے لگا: یہ مصیبت تم نے خود مول لی ہے۔ تم نے انھیں اپنے شہر میں اتارا۔ اور اپنے اموال بانٹ کر دیئے۔ یہاں تک کہ اب یہ کھا پی کر خود ہمارے ہی حریف بن گئے۔ ہماری اور ان قریش کے کنگلوں کی حالت پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کر تا کہ تجھی کو پھاڑ کھائے۔ دیکھو! تمھارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اگر اسے دینا بند کر دو تو یہ تمھارا شہر چھوڑ کر کہیں اور چلتے بنیں گے۔ سنو! اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو ہم میں کا معزز ترین آدمی، ذلیل ترین آدمی کو نکال باہر کرے گا۔

## حالتِ مدہوشی میں زورِ خطابت

جوشِ خطابت میں یہ اُس کی محض لن ترانی تھی، اُس نے مسلمانوں کو سارے عرب کا مقابلہ کرتے اور یہود سے نبٹتے دیکھا تھا، وہ جانتا تھا کہ محمد (ﷺ) کے ایک اشارے پر اُس کی گردن اُتاری جا سکتی ہے۔ لیکن اُس کا خبثِ باطن اُس کی منہ کے جھاگوں میں سامنے آ گیا اور حالتِ مدہوشی میں جس طرح ہیروئنچی گٹر میں بیٹھا عالم بالا (halucination) میں مزے لے رہا ہوتا ہے وہ اور اُس کے مرید، خیالوں کی دنیا میں بزعمِ خود کنگلے پناہ گیروں (نقلِ کفر، کفر نباشد) کو فارغ کر رہے تھے۔

## ایک نوعمر، زید بن ارقمؓ سب کچھ سُن رہے تھے

اِس میٹنگ میں زید بن ارقمؓ بھی موجود تھے جو اس وقت ایک کم عمر لڑکے تھے۔ انہوں نے یہ باتیں سن کر اپنے چچا سے ان کا ذکر کیا، اور ان کے چچا نے جو انصار کے رئیسوں میں سے تھے، جا کر رسول اللہ ﷺ کو ساری روداد سنا دی۔ آپؐ نے زیدؓ کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے جو کچھ سنا تھا من و عن دہرا دیا۔ نبی

---

1 مدینہ کے منافقین مکے سے مدینے آنے والے مسلمانوں کو جلابیب کہا کرتے تھے۔ لغوی معنی تو اس لفظ کے گلیم پوش یا موٹے جھوٹے کپڑے پہننے والے کے ہیں، مگر اصل مفہوم جس میں وہ لوگ غریب مہاجرین کی تذلیل کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے تھے وہ 'کنگلے پناہ گیر' سے زیادہ صحیح طور پر ادا ہوتا ہے۔

اکرم ﷺ نے زیدؓ سے کہا کہ شاید تم بن ابی سے ناراض ہو۔ ممکن ہے تم سے سننے میں کچھ غلطی ہو گئی ہو۔ ممکن ہے تمھیں شبہ ہو گیا ہو کہ ابن ابی یہ کہہ رہا ہے۔ مگر زیدؓ نے اعتماد سے کہا کہ یہ سب کچھ نہیں اللہ کے رسولؐ، واللہ، میں نے اس کو یہ باتیں کہتے سنا ہے۔

عبداللہ بن ابی کو جب پتہ چلا کہ زید بن ارقمؓ نے بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صاف مُکر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے یہ باتیں ہر گز نہیں کہیں۔ انصار کے لوگوں نے بھی کہا کہ یارسول اللہؐ، لڑکے کی بات ہے۔ شاید اسے وہم ہو گیا ہو۔ یہ ہمارا شیخ اور بزرگ ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک لڑکے کی بات کا اعتبار نہ فرمائیے۔ قبیلے کے بڑے بوڑھوں نے زیدؓ کو بھی ملامت کی اور وہ بیچارے رنجیدہ ہو کر اپنی جگہ بیٹھ رہے۔ مگر اللہ کا نبیؐ، زیدؓ اور بن ابی دونوں سے واقف تھا، یہ جاننا کوئی مشکل امر نہیں تھا کہ اصل بات کیا رہی ہو گی۔

اس صورتِ حال کو دیکھ کر عمرؓ فاروق بہت رنجیدہ اور غصے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن اڑادوں اور اگر مجھے یہ اجازت دینا مناسب خیال نہیں فرماتے تو

---

اس واقعے کے بارے میں زیدؓ سے روایت ہے کہ اس پر مجھے ایسا غم لاحق ہوا کہ ویسے غم سے میں کبھی دوچار نہیں ہوا تھا۔ میں صدمے سے اپنے گھر میں بیٹھ رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْن نازل فرمائی۔ جس میں دونوں باتیں مذکور ہیں۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞۷ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞۸

یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ کے ساتھ چلنے والے پر خرچ کرنا بند کر دو تاکہ یہ منتشر ہو جائیں۔ اور آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک اللہ ہی ہے، مگر یہ منافق سمجھتے نہیں ہیں۔ یقیناً انہوں نے کہا کہ ہم مدینے واپس پہنچ جائیں تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔ سنو عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔ ع

زیدؓ کہتے ہیں کہ (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلوایا۔ اور یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں، پھر فرمایا: اللہ

نے تمھاری تصدیق کر دی۔

خود انصار ہی میں سے معاذ بن جبلؓ یا کسی اور شخص سے یہ خدمت لے لیں کہ وہ اسے قتل کر دیں۔ مگر نبی ﷺ نے فرمایا: عمرؓ ایسا نہ کرو! یہ کیسے مناسب رہے گا کہ لوگ کہیں کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو خود قتل کر رہا ہے! نہیں، بلکہ تم کوچ کا اعلان کر دو۔ یہ ایسا وقت تھا جس میں آپ کوچ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ مسلسل ۳۰ گھنٹے چلتے رہے یہاں تک کہ لوگ تھک کر چور ہو گئے۔ پھر آپؐ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا اور تھکے ہوئے لوگ زمین پر کمر ٹکاتے ہی سو گئے۔ یہ آپؐ نے اس لیے کیا کہ جو کچھ مریسیع کے کنوئیں پر پیش آیا تھا اس کے اثرات لوگوں کے ذہن سے نکل جائیں۔ راستے میں انصار کے ایک رئیس اُسید بن حضیرؓ آپؐ سے ملے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ، آج آپ نے ایسے وقت کوچ کا حکم دیا جو سفر کے لیے موزوں نہ تھا اور آپ کبھی ایسے وقت میں سفر کا آغاز نہیں فرمایا کرتے تھے؟ رسولِ اکرمؐ نے جواب دیا، کہ تم نے سنا نہیں کہ تمھارے ان

صاحب نے کیا باتیں بنائی ہیں؟ انہوں نے پوچھا کہ بھلا کون سے صاحب نے؟ فرمایا عبداللہ بن ابی۔ انہوں نے پوچھا اس نے کیا کہہ دیا ہے؟ فرمایا اس نے کہا ہے کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ انہوں نے کہ اے اللہ کے رسولؐ! عزت والے تو آپؐ ہیں اور ذلیل تو وہ خود ہے، واللہ، آپ جب چاہیں اسے نکال سکتے ہیں۔

## ہر مخلص انصاری کی جانب سے بن ابی پر لعنت پڑنے لگی

آہستہ، آہستہ سارے قافلے میں اس بات کا چرچا ہو گیا اور تمام لوگوں خصوصاً انصار میں ابن ابی کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہو گیا، ایسا ہونا بڑا فطری تھا، انصار آپؐ کو درخواست کر کے اور عزت و احترام و حفاظت و استعانت کے بہت سارے وعدے کر کے اپنے شہر میں لائے تھے۔ ایسی بات کرنا بیعت عقبہ ثانیہ کے صریح خلاف تھا۔

انصار نے ابن ابی سے کہا کہ وہ جا کر رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگ لے لیکن بے حیا نے تڑخ کر جواب دیا کہ تم لوگوں نے کہا کہ ان پر ایمان لاؤ۔ میں ایمان لے آیا، تم نے کہا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ دو۔ میں نے زکوٰۃ بھی دے دی۔ اب بس یہ کسر رہ گئی ہے کہ میں محمدؐ کو سجدہ کروں۔ اُس کی مَت ماری گئی تھی اگر معافی مانگ لیتا تو عزت مند ہو جاتا، اور ایک بڑی تاریخی بے عزتی سے جو شہر میں داخلے کے وقت اُس کی منتظر تھی، اُس سے بچ جاتا۔ ان باتوں سے اس کے خلاف صادق اور مخلص انصارِ مدینہ میں ناراضی کی ایک لہر دوڑ گئی اور ہر جانب سے

اس پر لعنت پڑنے لگی۔ جب یہ قافلہ مدینہ طیبّہ میں داخل ہونے لگا تو عبداللہ بن ابی کے بیٹے جناب عبداللہؓ جو اپنے باپ کی بدزبانی سے بہت ہی شرمندہ تھے، تلوار برہنہ سونت کر اپنے باپ کے سامنے آکر کھڑا ہوگئے اور بولے کہ آپ نے کہا تھا نا کہ مدینہ واپسی پر عزت والا ذلیل کو نکال دے گا، اب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ عزت آپ کی ہے یا اللہ اور اس کے رسولؐ کی۔ اللہ کی قسم، آپ مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک رسول اللہ ﷺ آپ کو داخل ہونے کی اجازت نہ دے دیں۔ عربی روایات میں بیٹے کی جانب سے ایسی بات، انتہا درجے کی بے عزتی تھی، اس پر ابن ابی تڑپ کر اپنے منافق مریدوں کو چیخ چیخ کر پکارنے لگا، اے خزرج کے لوگو! ذرا دیکھو، میرا بیٹا ہی مجھے مدینہ میں داخل ہونے سے روک رہا ہے۔ مریدوں کو معلوم تھا کہ اگر اِس وقت کسی نے بھی اُس کے بیٹے کو باپ کی "عزت افزائی" سے منع کیا تو وہ آتش فشاں جو انصار کے تمام مومنین کے سینوں میں دھک رہا ہے پھٹ پڑے گا اور یہیں سب منافقین کے سر اتار دیے جائیں گے۔ لوگوں نے یہ خبر رسولِ اکرمؐ تک پہنچائی تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ سے کہو، اپنے باپ کو گھر جانے دے۔ عبداللہؓ نے اپنے باپ سے کہا کہ اُن کا (جو صاحب عزت و مرتبہ ہیں،) حکم ہے تو اب آپ (مناسب "عزت افزائی" کے بعد) داخل ہو سکتے ہیں۔ رسولِ اکرمؐ نے عمرؓ سے فرمایا، کیوں عمرؓ، اب تمھارا کیا خیال ہے؟ جس وقت تم اُسے قتل کرنے کی اجازت چاہ رہے تھے اگر قتل کر دیا جاتا تو بہت سے لوگ اِس پر معترض ہوتے۔ آج اگر میں اس کے قتل کا حکم دوں تو اسے قتل تک کیا جا سکتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم اب مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ کے رسولؐ کی بات میری بات سے زیادہ حکمت والی تھی۔

اِس واقعے پر جو تبصرہ سیّد مودودیؒ نے کیا ہے قابل مطالعہ ہے:

(اس سے دو اہم شرعی مسئلوں پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک یہ کہ جو طرز عمل ابن بی نے اختیار کیا تھا، اگر کوئی شخص مسلم ملت میں رہتے ہوئے اس طرح کا رویہ اختیار کرے تو وہ قتل کا مستحق ہے۔ دوسرے یہ کہ محض قانوناً کسی شخص کے مستحق قتل ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضرور اسے قتل ہی کر دیا جائے۔ ایسے کسی فیصلے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا اس کا قتل کسی عظیم تر فتنے کا موجب تو نہ بن جائے گا۔ حالات سے آنکھیں بند کر کے قانون کا اندھا دھند استعمال بعض اوقات اس مقصد کے خلاف بالکل اُلٹا نتیجہ پیدا کر دیتا ہے جس کے لیے قانون استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر ایک منافق اور مفسد آدمی کے پیچھے کوئی قابل لحاظ سیاسی طاقت موجود ہو تو اسے سزا دے کر مزید فتنوں کو سر اٹھانے کا موقع دینے سے بہتر یہ ہے کہ حکمت اور تدبر کے ساتھ اس کی اصل سیاسی طاقت کا استیصال کر دیا جائے [باقی مضمون صفحہ ۲۲۴ پر دیا گیا ہے]

# ۱۱۹: سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْن [۶۳-۲۸: قد سمع اللّٰہ]

## نزولی ترتیب پر ۱۱۹ ویں تنزیل، ۲۸ ویں پارے میں سورۃ نمبر ۶۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اِذَا جَآءَكَ
الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُ اللّٰهِ ۘ
وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ
اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَكٰذِبُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوۡۤا
اَيۡمَانَهُمۡ جُنَّةً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ
اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا فَطُبِعَ عَلٰى
قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا
رَاَيۡتَهُمۡ تُعۡجِبُكَ اَجۡسَامُهُمۡ ؕ وَاِنۡ
يَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِهِمۡ ؕ كَاَنَّهُمۡ خُشُبٌ
مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحۡسَبُوۡنَ كُلَّ صَيۡحَةٍ عَلَيۡهِمۡ ؕ
هُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡهُمۡ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى
يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۴﴾ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا
يَسۡتَغۡفِرۡ لَكُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ لَوَّوۡا رُءُوۡسَهُمۡ
وَرَاَيۡتَهُمۡ يَصُدُّوۡنَ وَهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۵﴾
سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ
تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۶﴾

اے نبیؐ! جب یہ منافق تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلا شبہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اور اللہ کو معلوم ہے کہ تم یقیناً اُس کے رسولؐ ہو، مگر اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں﴿۱﴾ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، یہ اللہ کے راستے سے خود رکتے اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ درحقیقت کیسا برا کام ہے جو یہ کر رہے ہیں﴿۲﴾ یہ سب اس لیے ہے کہ یہ ایمان لائے پھر کفر کیا، چناں چہ ان کے قلوب سر بند (sealed) ہو گئے ہیں سو یہ کچھ نہیں سمجھتے﴿۳﴾ انھیں دیکھو تو ان کا ڈیل ڈول تمھیں بڑا پرکشش نظر آئے۔ اور بولیں تو تم ان کی سنتے رہ جاؤ۔ گویا یہ لکڑی کے وہ تختے ہیں جو دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دیے گئے ہیں۔ ہر زور کی آواز کو اپنے اوپر حملہ سمجھتے ہیں۔ حقیقی دشمن یہی ہیں، سو، ذرا اِن سے خبردار رہنا۔ اللہ ان کو غارت کرے! کدھر الٹے پھرائے جا رہے ہیں! ﴿۴﴾ اور جب کہا جاتا ہے آؤ تا کہ اللہ کا رسولؐ تمھارے لیے استغفار کرے، تو اپنے سر مٹکاتے ہوئے غرور کے ساتھ کترا جاتے ہیں﴿۵﴾ (اے محمدؐ) ان کے حق میں تم چاہے استغفار کرو یا نہ کرو، دونوں صورتیں اِن کے لیے یکساں ہیں، اللہ انھیں ہر گز معاف نہیں کرے گا، بلا شبہ اللہ نافرمانوں کو ہر گز ہدایت نہیں دیتا﴿۶﴾

اے نبی ﷺ جب یہ منافق تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اور اللہ کو معلوم ہے کہ تم یقیناً اُس کے رسولؐ ہو، مگر اللہ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ تمھاری رسالت کی گواہی دینے والے منافق قطعی جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو اپنے جھوٹ چھپانے کے لیے ڈھال بنا رکھا ہے، بڑے نیک پارسا اور عاشق رسولؐ کا سوانگ رچا کر یہ اللہ کے راستے سے خود رکتے اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ درحقیقت کیسا برا کام ہے جو یہ لوگ کررہے ہیں۔ یہ سب اس لیے ہے کہ یہ ایمان لائے پھر کفر کیا، چناں چہ انجذاب/قبولِ حق کے لیے ان کے قلوب سر بند (sealed) ہو گئے ہیں سو یہ کچھ نہیں سمجھتے۔ انھیں دیکھو تو ان کی شخصیت اور ڈیل ڈول تمھیں بڑا اسمارٹ اور پرکشش نظر آئے۔ چرب زبانی اور گفتار کے ایسے غازی کہ بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔ تمھاری محفلوں میں بیٹھے شاندار لباسوں اور لچھے دار باتوں سے رونقِ محفل بن جانے والے یہ تمھارے لیے ہرگز بااعتبار و باوفا دوست نہیں حقیقت میں یہ گویا ناکارہ لکڑی کے وہ تختے ہیں جو کسی کام نہ آسکے تو تندور میں جھونکے جانے کے لیے دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دیے گئے ہیں۔ اپنی شرارتوں سے خوب واقف ہیں لہٰذا ہر زور کی آواز کو اپنے اوپر حملہ سمجھتے ہیں۔ اے مسلمانو، یہود و مشرکین سے بڑھ کر یہ منافقین تمھارے حقیقی دشمن ہیں، سو، ذرا اِن سے خبردار رہنا۔ اللہ ان کو غارت کرے! دیکھو تو سہی، کدھر الٹے پھرائے جارہے ہیں۔ اور جب رنگے ہاتھوں غدّاری، بے وفائی اور جھوٹ پر پکڑے جاتے ہیں اور ان سے تلافی مافات کے لیے کہا جاتا ہے کہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ تاکہ اللہ کا رسولؐ تمھارے لیے استغفار کرے، تو اپنے سر مٹکاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اُنھیں رسولؐ اللہ سے مغفرت کی دعا کرانے کی کوئی ضرورت نہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو کہ وہ اِسے اپنی ہتک جانتے ہیں اور غرور کے ساتھ سامنے آنے سے کترا جاتے ہیں۔ اے محمدؐ ان کے حق میں تم چاہے استغفار کرو یا نہ کرو، دونوں صورتیں اِن کے لیے یکساں ہیں، اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، بلاشبہ اللہ ایسے نافرمانوں کو ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ
عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ
خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۷ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ
رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ
مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا
يَعْلَمُوْنَ ۝۸ ع ۱

یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ کے ساتھ چلنے والے پر خرچ کرنا بند کردو تاکہ یہ منتشر ہو جائیں۔ اور آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک اللہ ہی ہے، مگر یہ منافق سمجھتے نہیں ہیں﴿۷﴾ یقیناً انہوں نے کہا کہ ہم مدینے واپس پہنچ جائیں تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔ سنو عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں﴿۸﴾ ع

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ
وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ
يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹ وَ
اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ
اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ
اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ
نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱ ع ۲

اے ایمان والو، تمھارے مال اور تمھاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ جو لوگ ایسا کریں گے وہی نقصان میں رہنے والے ہیں﴿۹﴾ جو رزق ہم نے تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کے کہ تم میں سے کسی پر موت آدھمکے اور وہ کہنے لگے کہ اے رب، تو نے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شمار ہوتا! ﴿۱۰﴾ جب کسی نفس کا مقررہ وقت آجاتا ہے پھر اللہ ہرگز مہلت نہیں دیتا، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔﴿۱۱﴾ ع

یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ کے ساتھ چلنے والے اصحاب صفّہ اور ضرورت مند مہاجرین پر خرچ کرنا بند کردو تاکہ یہ منتشر ہو جائیں۔ اور نادان نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کے تمام وسائل اور خزانوں کا مالک اللہ ہی ہے، مگر یہ بات منافق سمجھتے نہیں ہیں، اِن منافقین کا خیالِ خام یہ ہے کہ اگر انصار مدینے کی ریاست کی مالی امداد نہ کریں تو یہ چند روز میں بیٹھ جائے گی۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر یقیناً انہوں نے کہا کہ ہم مدینے واپس پہنچ جائیں تو جو عزت اور زور و طاقت والا ہے وہ بے حیثیت اور ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا، (وہ کہہ رہے تھے کہ اہلِ یثرب، مہاجرین کو مدینے سے نکال دیں گے)۔ سنو عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔ ع اے ایمان والو، تمھارے مال اور تمھاری اولادیں تم کو اللہ کے حقوق ادا کرنے اور اُس کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ جو لوگ مال اور اولاد کی محبت میں اللہ کے دین کی خاطر جدوجہد میں سستی دکھائیں گے وہی نقصان میں رہنے والے ہیں۔ جو وسائل زندگی اور رزق ہم نے تمھیں دیا ہے اس میں سے دین کے لیے جاری جدوجہد کے مصارف پر خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی پر موت آ دھمکے اور وہ کہنے لگے کہ اے رب، تو نے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شمار ہوتا! جب کہ اللہ کی نہ تبدیل ہونے والی سنت یہ ہے کہ جب کسی نفس کی موت کا مقررہ وقت آ جاتا ہے پھر اللہ ہرگز مہلت نہیں دیتا، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔ ع

☆☆☆☆☆

[صفحہ ۲۱۹ سے آگے پڑھیے:] جس کے بل پر وہ شرارت کر رہا ہو۔ یہی مصلحت تھی جس کی بنا پر رسولِ اکرمؐ نے عبداللہ بن ابی کو اس وقت بھی سزا نہ دی جب آپ اسے سزا دینے پر قادر تھے، بلکہ اس کے ساتھ برابر نرمی کا سلوک کرتے رہے، یہاں تک کہ دو تین سال کے اندر مدینہ میں منافقین کا زور ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گیا۔)

راقم کو سیّد مودودی کے اس بیانیے کے آخری جملے سے کہ "دو تین سال کے اندر مدینہ میں منافقین کا زور ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گیا" اختلاف ہے، سب سے پہلی بات تو یہ کہ مدینے میں داخل ہوتے ہی واقعہ افک نے ایسا زور پکڑا کہ آج تک اُس کی دھمک سُنائی دیتی ہے۔ آپ کی وفات کے موقع پر عمر بن الخطاب کا یہ سوچنا کہ "آپ سو رہے ہیں، ابھی انتقال نہیں کر سکتے کیوں کہ منافقین تو باقی ہیں" درحقیقت مدینے میں منافقین کی گرم بازاری پر ہی دلالت کرتا ہے۔ پھر جوں ہی ابو بکرؓ اور عمرؓ کی آنکھیں بند ہوئیں اور منافقین پر آہنی ہاتھ میں وہ جان نہ رہی تو منافقین کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خوب رنگ رلیاں مچانے کا موقع مل گیا، تاآں کہ خلافت کے خاتمے پر مدینہ میں موسیقاروں، گوّیوں بھانڈوں کا اس حد تک اجتماع ہو گیا کہ امام مالکؒ نے اس شہر کو ترک کر دیا اور یہاں سے چلے گئے۔ منافق اس امت کا کل بھی مسئلہ تھے، آج بھی اسلام کے احیاء کی راہ ہیں یہ رکاوٹ ہیں، ۵ ہجری میں یہ بیس تیس فی صد تھے آج یہ ۹۰ فی صد سے زیادہ ہیں۔